© rasailojaraid.com

آزما ختم ہوا اور ہم سمجھے کہ قدرت نے ادارہ کو ایک عظیم دور ابتلا و محن سے کامیاب گذار دیا۔
جنگ کے اختتام پر بھی اس کے اثرات بدستور باقی رہے لیکن ادارہ ان پر بھی عبور پانے میں ناکام نہیں ہوا۔ اس نے ان حالات میں نہ صرف یہ کہ اپنے وجود کو قایم رکھا بلکہ وہ ترقی کرتا رہا ارباب نظر کے حلقہ میں برہان کی مقبولیت بڑھتی رہی اور اس کی وجہ سے اس کی اشاعت میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا۔ اسی طرح ادارہ کی مطبوعات کا چرچا نہ صرف اس وسیع وعریض ملک کے گوشہ گوشہ میں ہوا بلکہ بیرون ہند۔ افریقہ، یورپ اور ... وسطے تک سے ان کے آرڈر آئے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگرچہ ادارہ اپنے لئے کوئی محفوظ سرمایہ مہیا نہیں کرسکا لیکن اخراجات کے ساتھ ساتھ آمدنی بھی بڑھتی رہی اور اس بنا پر ادارہ کے کام کسی خاص اضطراب و پریشانی کے بغیر چلتے رہے۔
ادارہ کو قایم کرتے وقت ہم نے اسلام اور مسلمانوں کی دینی اور علمی خدمت کا جو ایک وسیع پروگرام بنایا تھا اس کے متعدد اہم اجزا اب تک تشنۂ تکمیل رہے تھے ادارہ کی اس مقبولیت عام اور اس کی ہمہ گیر شہرت و پسندیدگی کو دیکھ کر امید ہو چلی تھی کہ اب پروگرام کے باقیماندہ اجزاء کی تکمیل بھی ہو سکیگی اور ہم نے اس کے لئے اپنی صلاحیتوں اور ہمت و حوصلہ کی منتشر طاقتوں کو یکجا کر کے نئی امنگ اور نئے ولولہ کے ساتھ کام کرنیکا عہد بھی کرلیا تھا۔ لیکن آہ صد افسوس!

ما درچہ خیالیم و فلک درچہ خیال

یہاں کس کو یہ تصور ہوسکتا تھا کہ ملک کی آزادی کے شادیانے مسرت ندوۃ المصنفین ایسے ادارہ کے لئے قیامت کا نفخ صور ثابت ہوں گے اور جشن حریت واستقلال میں روشن ہونے والے چراغوں کے شعلے اس کے خرمن ہستی پر برق شرربار بن کر گریں گے!

یرید المرء ان یعطی مناہ   ویابی اللّٰہ الا ما یشاء

ہم کارکنان ادارہ میں ہزار عیب اور کوتاہیاں ہوں لیکن اتنی بات تو برہان کے گذشتہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پرچوں کے ایک ایک صفحہ سے ظاہر ہے کہ ندوۃ المصنفین کی دہ سالہ زندگی میں بعض اوقات شدید سے شدید نامساعد حالات سے سابقہ پڑا لیکن ہم نے ایک لمحہ کے لئے صبر و استقلال کا دامن نہیں چھوڑا اور ایک لحظہ کے لئے کسی کے سامنے دریوزہ گری کے ہاتھ پھیلا کر اپنی خودداری کو مجروح نہیں ہونے دیا۔ خدائے علیم و خبیر خوب جانتا ہے کہ ہم نے اس ادارہ کو اپنے پاس ملت اسلامیہ کی ایک امانت سمجھا اور اپنی ذاتی منفعت و آسائش سے بے نیاز و بے پروا ہو کر اور متوسط زندگی کی بنیادی ضروریات پر قانع ہو کر اس کی خدمت و حفاظت کرتے رہے۔ ہم کو یقین تھا کہ کسی قومی اور جماعتی خدمت کو خاموشی سے سرگرمِ محنت و دیانت اور خلوص و للّٰہیت سے سے انجام دینا ہی اس کی ترقی اور کامیابی کی ضمانت ہے اس کے لئے بلند بانگ دعووں اور پے در پے امداد کی اپیلوں کی ہرگز کوئی ضرورت نہیں ہے ہم برابر اسی اصول پر عامل رہے اور خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہماری یہ وضع نباہ دی۔

لیکن ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کے بعد سے اب جو انقلاب پیدا ہوا ہے اور جس نے اس ملک کی زمین و آسمان کو ہی یکسر الٹ پلٹ کر رکھ دیا ہے اس نے ہمارے لئے ابتلاء و آزمائش کا ایک ایسا میدان مہیا کر دیا ہے کہ اب ہم محسوس کرتے ہیں ہمارے پاؤں کی طاقت رفتار روز بروز کم ہو رہی ہے اور دوسری جانب اس سنگلاخ میدان کی وسعتیں روز بروز سمٹنے کے بجائے اور پھیلتی جا رہی ہیں ایک طرف حالات کی ناسازگاری اور عدم مساعدت کا یہ عالم ہے کہ انہیں ہر گھڑی اشتداد پیدا ہو رہا ہے اور دوسری جانب محسوس ہوتا ہے کہ ہماری تاب مقاومت اپنے ترکش کے آخری تیر استعمال کرنے پر مجبور ہو گئی ہے اگر یہ کشمکش اسی طرح جاری رہی تو کون کہہ سکتا ہے کہ ادارہ کے پرازامید خوابوں کی تعبیر کیا ہوگی اور دس سال تک دیرینہ آرزوؤں اور تمناؤں کے جس پودے کو ہم اپنے خونِ جگر سے سینچتے رہے حوادث و آلام کی گرم و تیز ہواؤں میں اس کا کیا انجام ہوگا! چونکہ حالات امید افزا اور حوصلہ پرور نہیں۔ بلکہ مایوس کن اور ہمت شکن ہیں اسی لئے آج ہم اپنی دیرینہ وضع کے خلاف اس پر مجبور ہیں کہ ادارہ کے صحیح حالات سے پبلک کو باخبر کر دیں تاکہ خدا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نخواستہ اگر ہماری طاقت برداشت کے ترکش کا آخری تیر بھی ناکام رہا اور اس ادارہ کو بند ہوجانا پڑا تو کل کسی کو اس کی شکایت نہ ہو کہ ادارہ چپ چپاتے بند ہوگیا اور ہمیں اُس کی مشکلات کا علم بھی نہیں ہوا کہ ہم اُس کے لئے کوئی کوشش اور تگ و دو کرتے۔

جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا یہ واقعہ ہے کہ ادارہ کا کوئی محفوظ سرمایہ نہیں تھا اس کی جو کچھ پونجی تھی وہ اس کی اپنی مطبوعات تھیں یا تجارتی مکتبہ کی وہ کتابیں تھیں جو دوسرے مکتبوں کی اس میں موجود رہتی تھیں ہر شخص کو معلوم ہے ستمبر ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ دہلی میں ادارہ کی مطبوعات اور تجارتی مکتبہ کی کتابوں کا اسٹاک جو ادارہ کے گودام میں محفوظ تھا اور جس کی مالیت کا تخمینہ دو لاکھ سے کسی طرح کم نہیں ہے اس طرح لٹا اور برباد ہوا کہ اس ذخیرہ کا ایک کاغذ بھی نہیں بچ سکا۔ اس اسٹاک کے ختم ہوجانے کے بعد یوں سمجھنا چاہئے کہ ادارہ کا جو کچھ سرمایہ اور اس کی جو کچھ پونجی تھی وہ بے کم وکاست سب کی سب فنا ہوگئی ایک طرف ادارہ پر یہ ادبار آیا کہ وہ بالکل خالی ہاتھ رہ گیا اور دوسری جانب پورے ملک پر جو قیامت آئی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ادارہ کے سینکڑوں محسنین و معاونین اور برہان کے خریدار گھر سے بے گھر اس طرح بکھر گئے کہ نہ ان کے اب پتے ہمارے پاس ہیں اور نہ ان کا کچھ حال ہی معلوم ہے علاوہ بریں ملک کی عام تباہی و بربادی اور پریشاں حالی کا نفسیاتی طور پر یہ اثر بھی ہوا کہ لوگوں کا ذوقِ مطالعہ جاتا رہا اور وہ زندگی کی حفاظت اور مستقبل کے تفکرات میں اس درجہ پاگل ہوگئے کہ علمی اور ٹھوس کتابوں کا مطالعہ کرنے کی طرف ان کو میلان ہی نہیں رہا۔

ادارہ کا اصل اثاثہ برباد ہوجانے اور مستقبل کے قطعاً غیر یقینی ہونے کے باوجود ہم نے محض اس خیال سے کہ ندوۃ المصنفین ایسے ادارہ کا وجود اگر پہلے مفید اور ضروری تھا تو اب ملک کی آزادی اور ۱۹۴۷ء کے عظیم انقلاب کے بعد ضروری اور ناگزیر ہوگیا ہے جنوری ۱۹۴۸ء سے انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں ادارہ کا کام پھر باقاعدہ شروع کر دیا اور برہان بھی حسب سابق شائع ہونے لگا خیال تھا کہ عارضی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طور پر مشکلات ضرور پیش آئیں گی لیکن اگر استقلال سے کام لیا گیا تو ان پر قابو پا سکیں گے مگر سخت افسوس ہے کہ یہ امید امیدِ خام ثابت ہوئی اور اب حالت یہ ہے کہ ہر مہینہ شدید خسارہ کے علاوہ کوئی صورت امید کی نظر نہیں آتی۔

ادارہ کی یہ مختصر حکایتِ سود و زیاں سننے کے بعد موجودہ حالات و ضروریات کا جائزہ لیجئے اور پھر سوچئے کہ اب آپ کا فرض کیا ہے! آج حالات یہ ہیں کہ ملک میں دو مملکتیں قائم ہیں ایک جگہ مسلمان غالب اقلیت میں ہیں۔ خوف زدہ اور ہراساں ہیں اور عنانِ اقتدار اس اکثریت کے ہاتھوں میں ہے جو گاندھی جی ایسی عظیم الشان شخصیت کی قربانی کے باوجود اب تک اپنے دل و دماغ کو جذبات عناد و منافرت سے پاک و صاف کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی ہے اس صورتِ حال کا نتیجہ یہ ہو سکتا ہے کہ مسلمان اکثریت کے اقتدار سے مرعوب ہو کر اپنی تہذیب، اپنے کلچر، اپنی مذہبی روایات۔ اپنے علوم و فنون اور اپنے خصائص ملی سے ایسے ہی بے نیاز ہو جائیں جیسے کہ انگریزوں کی حکومت کے عہد میں ہو چلے تھے دوسری مملکت یعنی پاکستان میں سیاسی اقتدار مسلمانوں کے ہاتھوں میں ضرور ہے۔ لیکن مذہبی تعلیم کی کمی اور دینی فکر کے فقدان کے باعث قوی اندیشہ ہے کہ مسلمان اپنے ہمسایہ ممالک کی تقلید میں مغرب زدگی کی رو میں نہ بہ جائیں اور حکومت و سلطنت کا نشۂ اقتدار ان کو ان خصائص و روایات سے غافل نہ بنا دے جو ان کا سرمایۂ حیات ہیں اور جن کی وجہ سے قرآن نے ان کو "امۃً وسطاً" کا خطاب عطا فرمایا تھا۔

بہرحال مسلمان اقلیت میں ہوں یا اکثریت میں۔ ان کو مسلمان رہنا ہے اور اپنے علوم و فنون اور تہذیب و کلچر اور روایات ملی کی حفاظت کرنا اور ترقی دینا ہے اور یہ صرف اس لئے نہیں کہ ان چیزوں کا تعلق ملی اور جماعتی حیثیت سے صرف مسلمانوں سے ہے بلکہ اس لئے بھی کہ یہ سب چیزیں انسانی تہذیب و ثقافت۔ اور علمی فکر و نظر کی تاریخ ارتقاء کا نہایت اہم اور روشن باب ہیں اور اس بنا پر ان کا تعلق صرف کسی ایک قوم یا جماعت سے نہیں بلکہ پوری دنیائے انسانیت سے ہے اور ان کا افادہ کسی خاص طبقہ یا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گروہ سے مخصوص نہیں بلکہ ہمہ ستان وعالمگیر ہے۔ البتہ ہاں! چونکہ مسلمان ان کے وارثِ اول ہیں اس لئے ان کی حفاظت وترقی کی اولین مسئولیت اور ذمہ داری انھیں پر عائد ہوتی ہے بس اگر یہ صحیح ہے اور اس میں بھی کلام نہیں کہ یہ حفاظت وترقی کا فرض پہلے اگر شدید تھا تو اب شدید تر ہو گیا ہے تو غور کیجئے کہ آپ اس فرض کو کس طرح انجام دے سکتے ہیں اور اس سلسلہ میں آپ سے وقت کے مطالبات ومقتضیات کیا ہیں؟

اس میں شک نہیں کہ آج مسلمان پریشان اور خستہ حال ضرور ہیں ایک جگہ وہ زندگی کے آسمان پر دن کو تارے دیکھ رہے ہیں اور دوسری جگہ انھیں حیات مستقبل کی شب انگیزیوں میں خورشید جہاں تاب کے طلوع کر آنے کا انتظار ہو رہا ہے لیکن انھیں اچھی طرح یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ خواہ کسی حال میں ہوں اپنے مذہب۔ کلچر۔ تہذیب زبان اور خصائص ملی کی حفاظت اور اس کے لئے جدوجہد کے فرض سے کبھی معاف نہیں کئے جا سکتے کہ ان کی حیات ملی کا تار وپود انھیں سے تیار ہوتا ہے اور جب یہ بکھر گیا تو پھر حیات ملی کہاں رہی!

ہمارا ادارہ ایک خالص علمی۔ دینی اور کلچرل ادارہ ہے اس کا تعلق ہر اس مسلمان سے اور نہ صرف مسلمان سے بلکہ ہر اس انسان سے ہے جو اسلامیات پر اچھی اور مفید کتابیں اردو زبان میں پڑھنی چاہتا ہے۔ خواہ وہ کسی ملک کا باشندہ ہو اور خواہ کوئی مذہب رکھتا ہو اس موقع پر ہمیں گاندھی جی کا ایک واقعہ یاد آیا آپ بھی سنئے کس درجہ سبق آموز ہے۔

شفیق الرحمٰن صاحب قدوائی بی۔ اے جامعہ ملیہ اسلامیہ کے پرانے اور نہایت مخلص وپرجوش کارکن ہیں وہ بیان کرتے تھے کہ حکیم اجمل خاں مرحوم کی وفات کے بعد جامعہ کی مالی حالت نہایت سقیم ہو گئی تو اس پر غور کرنے کے لئے ڈاکٹر انصاری مرحوم کی کوٹھی پر ایک نمائندہ اجتماع ہوا جس میں خود گاندھی جی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھی شریک تھے سب لوگ بہت مایوس تھے لیکن گاندھی جی نے ان کی ہمت بندھائی اور وعدہ کیا کہ میں تنہا جامعہ کے لئے ملک کا دورہ کروں گا اور روپیہ لاؤں گا سیٹھ جمنالال بجاج اس زمانہ میں جامعہ کے خزانچی تھے ان کی زبان سے کہیں یہ نکل گیا کہ میں ہندوؤں میں چندہ کرنے جاتا ہوں تو کہتے ہیں کہ جامعہ کے نام سے "اسلامیہ" کا لفظ نکال کر فقط جامعہ ملیہ یا انڈین نیشنل یونیورسٹی" نام رکھدیا جائے تو ہم بھی چندہ دے سکتے ہیں ورنہ وہ تو صرف مسلمانوں کی درسگاہ ہے انھیں سے روپیہ لینا چاہئے" قدوائی صاحب کا بیان ہے گاندھی جی یہ سنتے ہی بگڑ گئے اور خفا ہو کر بولے یہ بالکل غلط ہے ایسا ہرگز نہیں ہوگا میں نے تو بھائی محمد علی شوکت علی کے ساتھ مل کر اس کو قایم ہی اس لئے کیا تھا کہ یہاں اسلامی علوم وفنون اور اسلامی تہذیب وکلچر کی تعلیم دیجائے تاکہ کل میں اگر اپنے لڑکے دیوی داس کو ان چیزوں کی تعلیم دینا چاہوں تو اسے یہاں بھیج سکوں اگر یہ درسگاہ نہیں ہوگی تو ایک طالب علم جو اسلامیات کا مطالعہ کرنا چاہتا ہے وہ کہاں جائے۔

بہرحال ادارہ کا حال اور وقت کا تقاضا ومطالبہ اب یہ دونوں آپ کے سامنے ہیں اور ادارہ کا نو دس سال کا برا بھلا کام بھی آپ کے پیش نظر ہے۔ ان سب کی روشنی میں آپ کو فیصلہ کرنا چاہئے کہ یہ ادارہ قایم وباقی رہے یا اسے بھی اسی طرح مٹ جانا چاہئے جس طرح کہ گذشتہ دور بربریت میں تہذیب وثقافت کی ہزاروں یادگاریں مٹ گئیں اگر جواب یہ ہے کہ اسے قایم رہنا چاہئے تو اب یہ ارشاد ہو کہ اس کا قیام کس صورت میں ممکن ہو سکتا ہے اور اس سلسلہ میں آپ کا کیا فرض ہے!

یہ واضح رہنا چاہئے کہ اگر ادارہ بند ہوگیا تو یوں تو دنیا فانی ہے یہاں کی کسی چیز کو دوام وقرار نہیں ہے لیکن ہاں ملک کا آئندہ مورخ اس واقعہ کا ذکر ضرور کریگا کہ ہندوستان میں آزادی اس شان سے آئی کہ قومی حکومت کے قایم ہوتے ہی خاص دارالسلطنت ہند میں ندوۃ المصنفین ایسے ادارہ کو ختم ہونا پڑا۔ نہ ملک کی جمہوری حکومت اس کی تہذیبی یادگار کو بچا سکی اور نہ مسلمان ہی اس کی حفاظت وبقا کے کفیل بن سکے۔

© rasailojaraid.com